بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اشارات

غلبۂ اسلام اور تحفظِ پاکستان کے لیے کام کرتے ہوئے گرد و پیش کے حالات کا مد و جزر دیکھ کر ہم آپ سب کو بڑا اضطراب سا ہوتا ہے، اور یہ اضطراب عین محبتِ دین اور خیر خواہیٔ ملک و وطن کا تقاضا ہے۔ مگر اضطراب ہونے کے معنی لازماً مایوسی ہی نہیں ہوا کرتے، یہی کیفیت کسی جماعت یا تحریک کی گاڑی کو آگے بڑھانے کے لیے زور دار اسٹیم بھی ثابت ہوتی ہے۔ اگر دلوں میں اضطراب کی کوئی لہر نہ اُٹھے تو پھر جمود و قنوط کی برف گرنے لگتی ہے۔

ایسے ہی لمحہائے اضطراب میں قرآن کی یہ پکار کسی بھی زمانے کے داعیانِ حق کو سنائی دیتی ہے،

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَ — اور نہ ڈھیلے پڑو، نہ دلگیر ہو جاؤ،

اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ — اور تم ہی (آخر کار) غالب آؤ گے —

مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (آل عمران - ۱۳۹) — بشرطیکہ تم ایمان والے ہو،

اور پھر یوں محسوس ہوتا ہے کہ خدا کے فرشتے ہر طرف سے آ آ کر کان میں کہہ رہے ہیں کہ نہ خوف رکھو، نہ ملال۔ (اَنْ لَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا —— حٰمٓ السجدہ - ۳۰)

بات نہ من گھڑت نفسیاتِ تسکین کی ہے، نہ قصہ کسی کشف کا — معاملہ تجربے کا ہے۔ پچھلی تہائی صدی میں اقامتِ دین کے لیے جو تھوڑا بہت کام تحریکِ اسلامی کے کارکنوں نے کیا، ہمیشہ سنگین حالات کے ہوتے ہوئے کیا ہے۔ اور جو کچھ کیا ہے وہ بے نتیجہ نہیں رہا، بلکہ نتیجہ خدا نے ہمیشہ مساعی سے بڑھ کر دیا اگر ہم حالات کے تھپیڑوں کا مقابلہ کرنے کے بجائے خوف و حزن کا شکار ہو کر ساحلوں پہ بیٹھے اونگھتے رہتے، یا اپنے آپ کو ہر چڑھتی موج کے حوالے کر کے بہنے لگتے، یا اضطرابات کے گرد ابوں میں

ہمیشہ کے لیے اپنے آپ کو ڈبو دیتے تو شاید آج یہاں خدا کا نام لینا اور اقامتِ دین کا پرچم اٹھانا ممکن نہ رہتا۔

آج کا مخلص وقائع نگار، یا کل کا دیانت دار مؤرخ پاکستان کے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے اس حقیقت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوگا کہ اس سرزمین پر پونے بتیس برس کے لمبے دور میں طرح طرح ایمان کش اور اخلاق سوز احوال سے گزرتے ہوئے اور محلاتی سازشوں اور آمرانہ دور کی فتنہ سامانیوں کے باوجود اگر کسی قوت نے اسلامی نظریہ و نصب العین کو تسلسل سے زندہ اور توانا رکھا تو بلاشبہ یہ سعادت تحریک اسلامی کے حصے میں ہے۔

پس ہزار ہدیہ تبریک، (طوبیٰ للغرباء) خدا کے دین کے ہر اس سپاہی کے لیے جس نے مخالفتوں کے ماحول میں بار بار اجنبی بن کر قوموا شھداء للہ (خدا کے لیے گواہی دینے والے نقیب بن کر اٹھو) کا تقاضا پورا کیا، جس نے گالیاں کھا کر، جھوٹے الزام سن کر، تضحیک کا نشانہ بن کر، کفر کے فتووں کے وار سہہ کر، تفرقہ باز مولویوں کے فتنوں کا مقابلہ کر کے اور سرکاری عتاب کے تازیانے کھا کر اپنا وہ بڑا اجتماعی فرض ادا کیا، جس کا عہد کلمۂ اسلام پڑھنے والا ہر شخص خدا سے استوار کرتا ہے۔ ایسے لوگ شہر شہر گاؤں گاؤں سے ایک ایک دو دو کر کے (مثنیٰ و فرادیٰ۔ سبا[۴۶]۔) اٹھنے والے بے مزد سپاہی، جب وسائل کے ساتھ بھی، اور بے سروسامانی کے عالم میں بھی (خفافاً و ثقالاً۔ توبہ۔۴۱) نکل کھڑے ہوئے تو اس چھوٹی سی قوت کے ہاتھوں تاریخ کے دھارے کا رُخ بدل گیا۔ ان کی منظم کوششوں سے کلمۃ اللہ کی گونج بڑھتی ہی گئی۔

اگر دعوتِ حق کے علمبردار اپنے آپ کو اس کیفیت میں پاتے ہیں تو آج کے حالات کی پیچیدگی کوئی ایسی مردافگن نہیں ہے کہ سپاہیانِ حق جی چھوڑ کے، کمریں کھول دیں، اور قلزم تاریخ کے ساحل پر اونگھتے ہوئے موجوں اور مختلف پیراکوں کی کشمکش کا تماشا کرتے رہیں۔ اگر ہمیں خدا نے پہلے بارہا خوفناک طوفانوں کا منہ پھیر دینے کی توفیق دی ہے تو آج بھی یہی ہوگا۔ لیکن اگر اندر کی ایمانی کیفیت کمزور پڑ گئی ہو تو پھر باہر کے سارے مسائل کو لپیٹ کر رکھ دیجیے، اور گھر کے اندر کی خبر لیجیے۔

حالات کی ساری پیچیدگیاں ـــــ بین الاقوامی بھی اور ملکی بھی، نیز حکومتی دائرے کی بھی، اور سیاسی و مذہبی گروہوں کی پیدا کردہ بھی ـــــ ہمارے سامنے ہیں۔

ہمیں خوب معلوم ہے کہ چاروں طرف سے جماعتِ اسلامی کے خلاف الزام و دشنام کی بوچھاڑ ہے۔ اس حملے میں اسلام دشمن قوتوں کے ساتھ ساتھ محاذ کے ایک سرے پر اگر طارق علی اور منہاج برنا جیسے لوگ کمر بستہ ہیں تو دوسرے پر نورانی میاں اور پیر پگارو جلوہ گر ہیں۔ ایک مقام اگر بھاتڑیوں کا ہے تو دوسرا کبریوں کا۔

اور یہ پورا محاذ زبانوں اور قلموں سے طرح طرح کی فضول باتیں سامنے لا رہا ہے اور غیظ و حسد میں پھنکتے ہوئے عناصر موجودہ حکومت اور اسلامی قوانین اور جماعت اسلامی کے خلاف اپنا اپنا بخار نکال رہے ہیں۔

ایک دلچسپ صورتِ عتاب یہ ہے کہ موجودہ حکومت اور سابقہ کابینہ کے دور سے متعلق جس بھی چیز پر اعتراض ہو، اس کی ذمہ داری جماعت اسلامی پر ڈالی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ کچھ لوگوں نے تو یہ نکتہ بھی اچھالا کہ صاحب "کو پھانسی جماعت اسلامی ہی نے دلائی۔ جرم، گواہ، عدالت، وکالت کا سارا کھیل تو گویا بس یونہی تماشا تھا اور صدر مملکت کی صدارت بھی محض دکھانے کی چیز تھی، ورنہ ججوں اور صدر کے قلم ہاتھ میں لے کر ہر نوٹ اور فیصلہ تو جماعت اسلامی کے اصحاب ہی لکھتے تھے۔ کوتاہی صرف یہ رہ گئی ہے کہ بارود کے دو حادثوں اور ریلوے اور ٹریفک کے متعدد حادثوں کی ذمہ داری جماعت پر ڈالنے میں الزام تراش حضرات کے دروغ باف دماغوں نے ساتھ نہیں دیا۔

اس بد خبری کا اچھا پہلو یہ ہے کہ ہر طرف حملہ آوروں کی مبارک توجہات کا ارتکاز یہ بتاتا ہے کہ مقابلے کے قابل اصل قوت جماعت اسلامی ہی کی ہے۔ باقی تو "ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے" ـــــ معاملہ برابر سرابر کا ہے۔ کیا رفقاء اس بشارت کو سمجھ سکیں گے؟

بیگانوں اور یگانوں اور دشمنانِ دین اور خادمانِ دین کا متذکرہ مشترکہ محاذ ایک پروپیگنڈا یہ کرتا ہے کہ جماعت اسلامی کے جو لوگ اقتدار پر گئے، انھوں نے بدعنوانیاں کیں اور ناجائز فائدے اٹھائے۔ اس ہجو کا مطلع تو وہ بڑے زور سے اٹھاتے ہیں مگر آگے بڑھتے ہوئے ان کی لے ٹوٹ جاتی ہے۔ کیونکہ مثال میں پیش کرنے کو کوئی امر واقعی نہیں ملتا۔ پھر اور آگے جاکر تو وہ دل ہی دل میں شدید شرمسار

بھی ہونے لگتے ہیں کہ ان لوگوں نے فائدہ تو کیا اُٹھانا تھا، اُلٹا جو فوائد اُن کو جائز طور پہ ملتے تھے اُن کو بھی نہیں سمیٹا۔ بعض نے تنخواہیں لی ہی نہیں اور بعض نے تنخواہ اور سفری الاؤنس وغیرہ سب واپس کر دیئے۔ نہ کسی نے بیٹوں بھتیجوں کو فائدے پہنچائے، نہ کوٹھیاں یا زمینیں الاٹ کرائیں۔ نہ جماعتی سامعین کو نوکریاں دلوائیں۔ کورے کے کورے واپس آگئے۔ پاکستان کی تاریخ میں جماعت کے وزراء نے پہلی بار وہ زریں مثال قائم کی ہے جس کو نبھانا بعد والوں کے لیے مشکل ہوگا۔

ہم خدا کے سامنے اس کے لیے شکر ادا کرتے ہیں، اور مخالفین کے سامنے فخر کا اظہار کرتے ہیں۔

جماعت اسلامی کو کمزور کرنے اور نقصان پہنچانے والا ایک پروپیگنڈا اور بھی ہے جسے اُٹھانے میں شر پسند بھی شامل ہیں اور نادانی سے ہمارے محب اور خیر خواہ بھی!

وہ یہ ہے کہ جماعت کو بار بار یہ احساس دلایا جاتا ہے کہ اول تو انتخابات ہوں گے ہی نہیں، اور ہوئے بھی تو ان سے مثبت نتائج کا نکلنا ناممکن اور ۱۹۷۰ء کے تجربے کا دہرایا جانا یقینی ہے۔ دینی حلقوں کے ووٹ بٹیں گے اور نتیجہ یہ ہوگا کہ اچھی پارٹیوں کو دو دو چار چار نشستیں مل جائیں گی۔ غالب اکثریت مخالفِ اسلام و پاکستان عناصر ہی کی ہوگی۔ پس انتخابات کو ملتوی کرانا چاہیے اور فوجی اقتدار کو جاری رہنے دینا چاہیے۔

یہ بات اتنی بار دہرا دہرا کر اندر سے اور باہر سے کہی گئی ہے کہ یہ ہمارے ذہنوں میں نفوذ کرنے لگی ہے مگر ایسے یاس انگیز نقطۂ نظر کے جڑ پکڑنے کے معنی یہ ہیں کہ اول تو ہم آگے بڑھ کر کچھ کام کریں ہی نہیں، اور کریں بھی تو اتنی بے دلی سے کہ کوئی بڑا نتیجہ نہ نکلے۔

ذہن سے اس نقطۂ نظر کا سارا بوجھ اُلٹ کر پرے پھینک دیجیے۔ قطعی طور پہ یہ طے کر لیجیے کہ انتخابات ہوں گے اور لازماً ہونے چاہییں اور اُن کو مؤخر نہ کیا جانا چاہیے۔ حالات خاصے اُلجھے ہوئے ہیں اور اگر فوجی اقتدار دو چار مہینے یا سال بھر تک اور آگے جائے گا تو یہ اور اُلجھ جائیں گے۔ خطرہ یہ پیدا ہو جائے گا کہ اندر کوئی مدوجزر شروع نہ ہو جائے۔ دوسرا خطرہ یہ سامنے آتا ہے کہ کہیں حالات ویسے ہی نہ ہو جائیں کہ یحییٰ خاں کی طرح جلد سے جلد ایوانِ حکومت سے بھاگنے کا فیصلہ کر کے اقتدار کسی بھی راہ چلتے کی جھولی میں ڈالنا پڑ جائے ___ کچھ معلوم نہیں کہ وہ کون اور کیسا ہوگا۔

انتخابات کے متعلق جب آپ دوٹوک فیصلہ کر لیں گے تو آپ کی قوتِ عمل صحیح اور پورا کام کرے گی۔

آپ قومی اتحاد کو مضبوط اور وسیع تر کرنے کے لیے بھی کوشاں ہوں گے، اور اپنی جگہ ووٹروں پر بھی اثر انداز ہوں گے۔

انتخابی مہم میں جتنی اہمیت کانفرنسوں، جلسوں، کارنر میٹنگز، گھریلو نشستوں اور پوسٹروں، پمفلٹوں، بیانوں، قرار دادوں اور پریس کانفرنسوں کی ہے، اس سے کہیں بڑھ کر اہم اور موثر اور نتیجہ خیز کام شہری محلوں اور دیہی بستیوں میں عوام الناس سے انفرادی رابطوں، ملاقاتوں اور گفتگوؤں کا ہے۔

ایک بار اگر جماعت اسلامی کے ارکان، کارکنان اور حامیان دل سے اس خوف کو نکال کر کہ ہر شخص بس ان کی مخالفت کے لیے تلا بیٹھا ہے، پورے عزم سے مناسب منصوبے کے تحت میدان میں آجائیں اور کم سے کم ایک لاکھ آدمی آنے والے پانچ ماہ میں سو سو افراد فی کس کے حساب سے رابطہ کریں تو ایک خاصی تعداد اُن کو ایسی ملے گی جو پہلے سے قومی اتحاد یا جماعت اسلامی کو پسند کرنے والی ہے۔ ایک تعداد ایسی ملے گی جو معمولی ردّ و کد کے بعد آپ کی ہمنوائی کے لیے تیار ہو جائے گی۔ پھر ایک تعداد وہ ہو گی جس کو تعصبات اور جذباتی ہیجانات سے نکالنے میں ذرا زیادہ محنت کرنی پڑے گی۔ آخر میں کمیونسٹوں، قادیانیوں، کٹر قسم کے پیپلیوں، خالص مفاد پرستوں، خیانت کاروں، تفرقہ باز مولویوں کے لاعلاج فریب زدہ اور غنڈوں اور جرائم پسندوں کی وہ تعداد رہ جائے گی، جسے آخر دم تک بہر حال آپ کی مخالفت کرنی ہے۔

دیہی علاقوں میں اس طرح کا گہرا کام کرنے کے لیے جماعت کے حامی نوجوان طلبہ کو اس سال چھٹیوں کا پورا زمانہ صرف کر دینا چاہیے۔ وہ دو دو چار چار کے وفود بنا کر بھی گشت کریں، وہ اہم بستیوں کے قریب دو دو تین تین روز کے کیمپ بھی لگائیں جہاں سے وہ روزانہ چاروں طرف پھیل کر مسجدوں، گلیوں، اور کھیتوں میں سادہ مزاج دیہاتیوں سے بات کریں۔ اُن کے اعتراضات کے کانٹے نکالیں۔ ان کے مسائل کا تجزیہ کریں۔ انھیں ملک و ملت کے خلاف کام کرنے والی قوتوں اور ان کے اسلوب کار سے آگاہ کریں۔ نیز اسلام اور پاکستان اور عوام کے لیے ان کی خطرناکی کو واضح کریں۔

آدمی جب آدمی کے قریب ہو کر بالمشافہ بات کرتا ہے تو آدھی بازی تو اس کے محض جانے ہی سے سر ہو جاتی ہے۔

دیہاتی علاقوں میں رفاہ و خدمت کے لیے بھی ضروری اقدامات کرنے چاہییں تاکہ ان کی برکات

ماس ایجوکیشن یا تعلیم عوام کی مہم میں معاون ہوں۔ اس سلسلے میں اوّلین بنیادی ذمہ داری تو یہ ہے کہ آپ لوگوں کے شادی غمی کے مواقع پر ان کے ساتھ شریک ہوں، اور بیمار پرسی اور شرکت جنازہ اور تعزیت کے لیے جائیں۔ آگے کے کام یہ ہیں کہ کہیں مفت ٹیکے لگانے کا انتظام کریں، کہیں علاج معالجے یا سستی دواؤں کی بہم رسانی کی صورت نکالیں، لوگوں کو درخواستیں لکھ کر دینے کا بندوبست کریں، مطالعہ کے لیے دو تین اخبار منگوا کر ایک معمولی سے ریڈنگ روم کی بنا رکھیں۔ سرکاری محکموں اور اداروں (خصوصاً تعلیم، صحت، زراعت، بجلی وغیرہ) سے کام کرانے کے لیے لوگوں کے ساتھ نکلیں، خواتین کے لیے معمولی سلائی کڑھائی کے تربیتی مراکز کھولیں، مردوں اور عورتوں کے لیے قرآن و حدیث کے درس شروع کریں۔ چھوٹے بچوں کو ناظرہ قرآن پڑھانے کے لیے مسجد یا کسی گھر میں انتظام کرائیں، مقامی رفاہی اور ترقیاتی کاموں کے لیے لوگوں کو جمع کریں۔ اور تحریک دلائیں۔

اُوپر کی گذارشات کی روشنی میں حلقہ خواتین کی قیادت کو مشورے سے اپنی جگہ خواتین سے رابطے کا ایسا پروگرام بنالینا چاہیے جو جماعت کے مجموعی منصوبے سے ہم آہنگ ہو۔

کام کی ایک راہ یہ بھی ہے کہ جماعتِ اسلامی سے تعلق رکھنے والے تمام لوگ دُور رہنے والے رشتہ داروں، دوستوں اور سابق کاروباری یا دفتری ساتھیوں کو خصوصی خط لکھ کر آنے والے مراحل کے لیے مشورے دیں۔ اور اُن کو حمایت و تائید کے لیے آمادہ کریں۔

معروف انتخابی طریقہ ہائے کار کے ساتھ اس مرتبہ ہمیں زیادہ وسیع و عمیق اثرات حاصل کرنے کی فکر کرنی چاہیے۔ اور یہ کام اگر اس طریق سے پورا زور لگا کے کیا جائے تو انشاءاللہ نتائج حوصلہ افزا ہونگے، بلکہ اگر خدا مدد کرے گا تو نتائج کی مقدار کام کے تناسب سے بڑھ جائے گی۔

مندرجہ بالا مجموعی نقشۂ کار کے علاوہ دو مخالف قوتوں کے متعلق خصوصی مہم چلانی ہوگی۔ ایک قوت کمیونسٹوں کی ہے جو اس وقت اپنی پوری ذہانت صرف کر کے ہر محاذ پر حملہ آور ہونے کی تیاریاں کر رہی ہے۔ اس قوت کے خلاف اسی طرح کام ہونا چاہیے جیسے ۱۹۷۰ء میں دارالفکر کی مطبوعات کی صورت میں ہوا تھا۔ مگر اب سابق کام سے کچھ کام آگے بڑھانے ہونگے۔ وہ یہ ہیں:۔

۱۔ کیمونزم نے تاریخی سفر کے جو مزید مراحل اب تک طے کر لیتے ہیں اُن کے حقائق کو سامنے لایا جائے۔

۲۔ خاص طور پر روس پون صدی میں اپنے باشندوں .... کی جبری سستی مزدوری استعمال کرنے کے باوجود جن پہلوؤں میں بڑی اقوام سے پیچھے ہے اُن کو اجاگر کیا ہے۔

۳۔ روس کے اندر عوام کی جو بے چینی تحریکِ حقوق کے پیرائے میں ظاہر ہو رہی ہے، اس کو پیش کیا جائے۔

۴۔ روس سے نکلنے والے دانشوروں کے تجربات سے عوام کو آگاہ کیا جائے۔

۵۔ روس کے مسلمانوں پر جو کچھ گذری ہے اور اب وہ جس حالت میں ہیں نیز اسلام سے متعلق جس طرح کا نظریہ کام کر رہا ہے، اس کی تصویر کشی کی جائے۔

۶۔ روس کی پالیسیوں اور کارروائیوں کی چکی میں جو مسلمان ممالک اب تک پسے ہیں اور پس رہے ہیں۔ اُن سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے۔

۷۔ پاکستان میں کمیونسٹ سوشلسٹ گروہ کے عام تاریخی جائزے کے ساتھ ساتھ بعض خاص اداروں میں اور خاص مواقع پر انہوں نے جو پارٹ ادا کیا ہے اس کی رپورٹ قوم کے سامنے رکھی جائے

۸۔ علاقائی زبانوں اور کلچر کو بنیاد بنا کر ان لوگوں نے پاکستان کو ٹکڑوں میں بانٹنے کے لیے جو مساعی کی ہیں اور بائیں بازو کے سیاست کاروں نے پاکستان میں چار چار صوبائی قومیتوں کا نعرہ لگا کر جن فتنوں کی بنیاد رکھی ہے ان کا حال بھی سامنے آنا چاہیے۔

۹۔ ادب میں اسلام، اسلامی کرداروں، اسلامی شخصیتوں اور اسلامی قانون کے خلاف تحقیر و تضحیک کے لیے جو کچھ لکھا گیا ہے، فحاشی و عریانی پھیلانے کے لیے جو فن پارے پیش کیے ہیں، اسلامی معاشرے کے محترم رشتوں کی جس طرح تذلیل کی گئی ہے، نیز نظریہ پاکستان کے خلاف جو مواد اب تک آ رہا ہے، اس کا پورا گلدستہ سجا کر برسرِ عام رکھ دینا چاہیے۔

مطالعہ رکھنے والے ذہین افراد کا ایک گروپ کنارے بیٹھ کر صرف اس کام کو انجام دے۔ ساتھ کے ساتھ پمفلٹ مرتب ہو کر شائع ہوتے جائیں۔ یہاں تک کہ تین ماہ میں ضروری مواد اگر پورا اشاعت میں نہ آ سکے تو بھی مرتب ضرور ہو جائے۔

دوسری مخالف قوت ملکی اور تفرقہ بازانہ مولویوں کی ہے جو امت کی وحدت کو پھاڑ کر موجودہ نازک مرحلے میں دانستہ یا نادانستہ مخالفِ اسلام عالمی سازش کاروں کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ ان کا مقابلہ کرنے کے لیے مناسب صورتیں یہ ہیں:۔

(باقی بر صفحہ ۴۶)